دوامِ حدیث

حفاظت حدیث

محدثین کا معیارِ تنقید

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ محدثین بعض وقت حدیث کی صحت پر یقین کر لیتے تھے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"میں نے اپنی اس کتاب (جامع صحیح) میں جو حدیث درج کی ہے پہلے اس کی صحت کا یقین کر لیا ہے" [1]

اور یہ بھی جان لیا ہوگا کہ محدثین کے رواۃ کے متعلق ان کے ثقہ یا ضعیف ہونے کے فیصلے عموماً عصبیت سے خالی ہوتے ہیں اور جہاں عصبیت کو دخل ہوتا ہے وہاں اس قسم کے قرائن ہوتے ہیں جن سے عصبیت کا پتہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہوتا اور جو کلمات اس قسم کے ہوتے ہیں حقیقت میں وہ فیصلے نہیں ہوتے بلکہ لغزشیں ہوتی ہیں۔ لغزشوں اور فیصلوں میں فرق کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

"جو لوگ ایمانداروں کو ایذا دیتے ہیں وہ ملعون ہیں" [2]

---

[1] مقدمہ فتح الباری

[2] احزاب

اور قرآن مجید میں ہی ہے کہ:۔

"موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کا سر پکڑ کر کھینچا" ۔[1]

یہ بات موسیٰ علیہ السلام سے غصہ کی حالت میں سرزد ہوئی ۔ اگرچہ اس کی صورت ایذاء کی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ ایذا کا نہ تھا اس لیے وہ آیت کے نیچے نہیں آتے کیونکہ آیتِ مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ جو کوئی کام ایذا دینے کے ارادے سے کرتے ہیں وہ لعنتی ہیں ۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام پر اپنی ناراضگی کا فیصلہ نہیں کیا بلکہ ناراضگی فطری جوش سے ظاہر ہوئی پھر جاتی رہی ۔ فیصلہ دائمی ہوتا ہے اور جوش کی بات وقتی ہوتی ہے ۔ ان دونوں میں فرق کرنا ایک عقل مند کے لیے آسان ہے ۔ اسی طرح وہ باتیں جو بعض وقت جذباتی رنگ میں بعض ائمہ سے صادر ہوئیں اور محدثین کے فیصلے ۔ ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے ۔ پس محدثین کے فیصلوں کو جذباتی خیال کرنا ۔ دراصل فیصلہ اور جذباتی کلمات میں نہ فرق کرنے کی بنا پر ہے ۔ اسی جہالت کی بنا پر کہتے ہیں :۔

"امام بخاریؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے اس مسئلہ میں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں اختلاف تھا ۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ امام اعظمؒ کو ثقہ نہیں قرار دیتے" ۔[2]

یہ بات غلط ہے کہ امام بخاریؒ نے اس وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں گفتگو کی ہے کہ مسئلہ ایمان میں ان کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے بلکہ امام بخاریؒ نے جو امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا ہے وہ صرف نقل ہے اور اس کی سند بیان کر دی ہے ۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا اور جو سند نقل کی ہے اس میں کلام ہے اور خود نہایت ہی محتاط کلمے کہے ہیں ۔

امام ابو حنیفہؒ سے بعض محدثین کا انحراف

امام ابو حنیفہؒ کے بعض پیرو معتزلہ کے مسلک پر ہو گئے تھے اور مامون کے ہاں انہی کو اقتدار مل گیا تھا ۔ ان سے محدثین کو تکلیفیں پہنچیں ۔ بعض محدثین اس وجہ سے امام ابو حنیفہؒ سے

---

[1] اعراف

[2] مقام حدیث ج ۱ ۔ ص ۵۰

بھی بدظن ہوگئے تھے جیساکہ عام طور پر ہوتا ہے مگر یہ بدظنی مسئلہ ایمان میں اختلاف کی وجہ سے نہیں کیونکہ مسئلہ ایمان میں تو تمام مرجئہ سے اس قسم کا اختلاف ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اور محدثین کا اختلاف نزاع لفظی کی صورت میں ہے بخلاف اس اختلاف کے جو مرجئہ اور محدثین میں ہے۔ وہ حقیقی نزاع ہے اور امام بخاریؒ بعض مرجئہ کی حدیثیں لے لیتے ہیں گویا وہ ان کے ہاں حدیث کے لینے میں ثقہ ہیں۔ اگر ایمان کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ میں کلام کرتے تو سب مرجئہ کو بطریق اولیٰ غیر ثقہ سمجھتے۔

پس معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ میں یہ کلام اور وجہ سے ہے۔ وہ یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بعض پیروکار جو معتزلہ ہونے کی بناپر مسئلہ "خلق قرآن" میں اہل سنت خاص کر اہل حدیث کی مخالفت کرتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف خلق قرآن کو منسوب کرتے اور اسی صفات کی احادیث وغیرہ میں ان کی طرف اپنے غلط خیالات منسوب کرتے، تو محدثین نے امام ابو حنیفہؒ کی نسبت یہی سمجھا کہ وہ بھی اہل سنت سے منحرف ہیں مگر یہ خیال سب محدثین میں نہیں پھیلا۔
پس فیصلہ یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کی جرح کو متفقہ فیصلہ نہیں قرار دیا بلکہ ایک اختلافی امر سمجھا گیا۔ جس میں بحث کی گنجائش ہے۔ اس لیے بعد میں محدثین امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں جرح کرنے سے رک گئے۔ امام یحییٰ بن معین جو مسئلہ ایمان میں امام ابو حنیفہؒ کے مخالف ہیں۔ وہ امام ابو حنیفہؒ کو ثقہ کہتے ہیں۔ جب معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا اور مذہب ماتریدی (جو اہل سنت کے اعتقادی مذاہب سے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کا ترجمان ہے) اور اشعری کی اشاعت ہوئی تو محدثین نے سمجھ لیا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب معتزلہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ پس وہ بدظنی جاتی رہی۔ محدثین عقاید میں اگرچہ حنبلی ہیں مگر حنبلی اور ماتریدی میں اتنا اختلاف نہیں جتنا محدثین اور معتزلہ کا ہے۔ اس لیے بعد میں یہ بُعد جاتا رہا

اسی طرح یہ کہنا کہ :۔

چونکہ امام اعظم کوفہ کے رہنے والے تھے اس لیے تمام کوفہ والے غیر معتبر ناقابل روایت حدیث قرار دیے گئے" [1]

---

[1] مقام حدیث

بہتان ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ محدثین نے امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت میں اتنا غلو کیا کہ ان کے شہر کے تمام علماء کو مجروح قرار دیا بلکہ اس قول کی اصل یہ ہے کہ حدیث کا مشہور مدرسہ مدینہ میں تھا۔ اس کی شاخیں تمام اسلامی حکومت کے شہروں میں ــ پھیلی ہوئی تھیں۔ اس مدرسہ کے مقابل کوفہ میں امام ابو حنیفہ کی درسگاہ تھی جہاں دین کی تعلیم فقہ کی شکل میں دی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ جو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے محرر ہیں جب فقہ سے فارغ ہو کر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے تو مدینہ کی درس گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں آکر مؤطا پڑھا۔ کوفہ میں چونکہ فقہ کا مدرسہ تھا۔ اس لیے حدیث کا رواج کم تھا۔ اس واسطے ان سے حدیث میں غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ محدثین سے اسی وجہ سے یہ کہا نہ عناد کی بنا پر۔ معاذ اللہ

اسی طرح کوفہ والوں نے چونکہ مسائل فقہ میں کافی مہارت حاصل کی تھی۔ ہر سوال کا جواب قریب قریب ان کو فقہ سے مل گیا تھا۔ اس بارے میں وہ باقی شہروں کے علماء سے اپنے آپ کو فائق سمجھتے تھے اور اسی کو علم خیال کرتے تھے۔ اس واسطے ان سے اس قسم کے کلمات منقول ہیں جن کا مطلب ہے کہ:۔

مکہ والوں سے ہم زیادہ عالم ہیں۔

علم سے مراد فقہ ہے۔

یہ اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے ایک آدمی ایک علم کو اہمیت دیتا ہے اور دوسرا دوسرے کو ہر ایک علم جزئی طور پر دوسرے علم پر کچھ فوقیت رکھتا ہے۔ اس لیے علوم کی ترجیح میں اور فضیلت میں اختلاف ہو جانا ایک بدیہی امر ہے۔

ایک عجیب بات جو مقام حدیث ج ۱ ص۵۸ میں ہے:۔

"امام مسلمؒ امام بخاریؒ کو مختل الحدیث کہتے ہیں"

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی نے اپنی کتاب کے لکھنے میں قسم کھائی ہے کہ جو بات لکھوں گا نقل در نقل ہوگی۔ اصل کتاب سے دیکھ کر نہیں لکھوں گا اور نہ سمجھ سوچ کر کوئی اعتراض کروں گا امام مسلمؒ تو بخاریؒ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ مگر آپ ہیں کہ کہہ رہے ہیں کہ وہ امام بخاریؒ کو مختل الحدیث کہہ رہے ہیں۔ معاذ اللہ امام مسلمؒ نے مقدمہ میں تو ایسے لوگوں کا

رد لکھا ہے جو حدیث کی صحت کے متعلق ایک شرط یہ بھی لگاتے ہیں کہ:

"محض ایک راوی کا اپنے استاذ کا ہم عصر ہونا اور ملاقات کی نفی کا ثابت نہ ہونا کافی نہیں بلکہ ملاقات کا نقلی ثبوت بھی ضروری ہے۔ اگرچہ راوی مدلس نہ بھی ہو"

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (جامع صحیح) میں اگرچہ اس امر کا التزام کیا ہے۔ مگر صحتِ حدیث کے لیے یہ شرط بیان نہیں فرمائی لہذا امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ میں اس مسئلہ میں اختلاف ہی نہیں پھر رد کیسے؟ پھر دوسری بات یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے جہاں ان مذکورہ بالا لوگوں کا رد لکھا ہے وہاں محتل الحدیث نہیں لکھا بلکہ منتحل الحدیث لکھا ہے اور ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کے حق میں کہا ہے:

"دنیا میں تیرا کوئی نظیر نہیں" [1]

مذکورہ بالا جھوٹ کی طرح ایک اور جھوٹ لکھا ہے:

"جلیل القدر امام یعنی ابو زرعہ اور امام ابو حاتم نے خود امام بخاریؒ کی ثقاہت پر اعتراض کیا ہے اور ان سے روایت ترک کر دی"

حقیقت یہ ہے کہ بعض مسائل میں امام بخاریؒ کے ساتھ ان دو مذکورہ اماموں کا اختلاف تھا۔ اس اختلاف کی بنا پر بعض الفاظ انہوں نے کہے ہیں مگر یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے امام بخاری کے ثقہ ہونے پر کوئی اعتراض کیا ہو۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری